جملہ احباب کو یہ نصیحت ہے

میرے جملہ احباب ہر سنّت کا پورا پورا اہتمام رکھیں اور کسی سنّت کو خواہ وہ کتنی بھی چھوٹی سی ہو، معمولی نہ سمجھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی ہر ہر سنّت اللہ کو محبوب ہے۔ میری جانب سے سنّت پر عمل کرنے کی جتنی تاکید ہے اس سے بڑھ کر بدعت سے اجتناب اور نفرت رکھنے کی تاکید ہے کیونکہ بدعت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے بدتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ بدعت ایک مہلک اور متعدی مرض ہے اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دُور رہنا چاہیئے۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم اپنی امّت کے بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے۔ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ۔ "یعنی جنہوں نے میرے بعد دین میں کوئی تبدیلی کی اور بدعت پھیلائی وہ مجھ سے دُور دُور رہیں۔"

بدعت ایجاد کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہمارا کامل دین گویا ابھی ناقص ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شریعت میں ابھی کمی بیشی کی گنجائش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کے بعد گویا نبوت کی ضرورت باقی ہے اور یہ ختم نبوّت کا انکار نہیں تو (باقی ۲۶ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲)

محمد سعید الرحمٰن علوی

عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم فی لیلۃ القدر قال لیلۃ سبع وعشرین۔

(السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۳۱۲)

سنن کبریٰ کے اسی صفحہ پر یہ روایت دو قسم کی اسناد سے منقول ہے۔ الفاظ بھی ایک سے ہیں۔ پہلی سند سے متعلق یہ اختلاف منقول ہے کہ بقول امام ابو داؤد طیالسی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ موقوف روایت ہے۔ اور بقول معاذ بن معاذ رحمہ اللہ تعالےٰ مرفوع ہے۔ دوسری روایت بہرحال مرفوع ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ لیلۃ القدر کے متعلق تعین کے طور پر فرمایا کہ وہ ستائیسویں شب ہے۔

لیلۃ القدر کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ القدر کے نام سے سورۃ موجود ہے۔ جس میں ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا اور تمہیں کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا، کہ یہ ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

قرآن کریم کا ابتدائی نزول (لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا تک) وہ رمضان کی اسی بابرکت رات میں ہوُا۔ احادیث میں اس رات کا بہت چرچا ہے۔ ایسی روایات بھی ہیں جن میں ارشاد ہے کہ مَیں تمہیں متعین طور پر بتلانے کے لئے گھر سے نکلا کہ یہ رات کون سی ہے تو مسجد میں دو صاحب اختلاف کے عمل میں مشغول تھے۔ اس کی وجہ سے سرکار فرماتے ہیں کہ مَیں نسیان کا شکار ہو گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ایک روایت کے مطابق حضور علیہ السلام نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں اس رات کو تلاش کرنے کا حکم دیا (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی قسم کی ایک روایت بخاری و مسلم میں موجود ہے اور امام بخاری رحؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے بھی اس کے قریب قریب ایک روایت نقل کی۔ بخاری و مسلم کے مطابق ایک روایت ہے جس میں راوی نے کہا ہے کہ جس رات کو آپ نے شب قدر دیکھی تھی اس رات کو مینہ برسا تھا، مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی اس لئے چھت ٹپکی تھی۔ اور حضور علیہ السلام کی پیشانی پر مٹی اور پانی کا نشان تھا۔ اس روایت کے آخر میں جا کر راویوں میں اختلاف ہو گیا۔

ایک روایت میں ۲۱ ویں رات کا لفظ ہے ایک میں ۲۳ ویں کا۔

امام مسلم رحؒ نے زرین خبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ مَیں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے دینی بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا ہے کہ جو شخص سال کی تمام راتوں میں عبادت کرے گا وہ شب قدر کو پا لے گا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے انہوں نے لوگوں کو سستی سے بچانے کی غرض سے سارے سال کی بات کر دی۔ ورنہ

(باقی ۹ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲۶ ٭ شمارہ ۴۶

۱۹ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ ٭ ۱۵ مئی ۱۹۸۱ء

اس پرچے میں

رئیس الادارہ
پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

اسلامی تعلیمات کے ساتھ افسوسناک رویّہ

یکم مئی کے خدام الدین میں اس عنوان سے ایک مقالہ کراچی کے ایک ماہر تعلیم اور استاذ کے قلم سے شائع ہوُا۔ موصوف نے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے اسلامی مضامین کے ساتھ ناروا اور افسوسناک رویہ پر بڑے دُکھ کا اظہار کیا ہے اور صورت حال کی سنگینی کی طرف توجہ دلائی ہے۔

بقول مقالہ نگار یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اسلامی تعلیمات پر مبنی ایک پرچہ ڈگری کلاسز کی سطح پر اور ایک پرچہ ایم' اے - ایم ایس، سی کی سطح پر لازمی قرار دیا تھا لیکن اس اعلان کی سیاہی خشک ہونے سے قبل ہی اس سلسلہ میں قواعد پر نظرثانی کی گئی اور پوسٹ گریجویٹ کلاسز میں اس مضمون کو ختم کر دینے کا اعلان کر دیا گیا۔

ہمیں موصوف کا مقالہ بغرض اشاعت ملا تو ہم نے اپنی ادارتی ذمہ داریوں کے پیشِ نظر اسے بغور پڑھا یقین نہ آیا کہ یہاں ایسے بھی ہو سکتا ہے؟ لیکن مقالہ نگار سے شخصی طور پر واقف نہ ہونے کے باوجود ان کے نام اور کام سے غائبانہ طور پر متعارف تھے اور پھر مقالہ ہمیں ایسے ذریعہ سے پہنچا تھا جو ہمارے نزدیک بڑا مستند ذریعہ تھا۔ اس لئے ہمیں اس المناک صورتِ حال کا یقین ہوُا اور ہمیں تسلیم کرنا پڑا کہ پردہ میں چھپے ہوئے کسی خفیہ ہاتھ نے واقعی ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

مقالہ کی اشاعت ہو چکی اگر اس کے مندرجات غلط ہوتے

تو محکمہ جاتی طور پر ان کی تردید ہوتی لیکن ادھر سے کوئی چیز سامنے نہ آئی تاہم اب بھی ہم یقین دلاتے ہیں کہ اگر واقعاتی انداز سے مضمون کے مندرجات کی تردید کی گئی تو اس تردید کو بصد مسرت نہ صرف شائع کریں گے بلکہ اس پر معذرت بھی چاہیں گے —— لیکن ہمارا وجدان یہ ہے کہ کسی کو اس کی تردید کی جرأت نہ ہو گی کیونکہ محکمہ تعلیم کے دانشور "اسلام سے اپنی لازوال دوستی" کے پیش نظر جب ایسا کر ہی چکے ہیں تو اب تردید کیسی —؟ اس قسم کی چیزیں جب سامنے آتی ہیں تو ہم خون کے آنسو بہانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور سوچنے لگتے ہیں کہ آخر اس ملک کے نونہالوں کا کیا قصور ہے کہ انہیں اپنے دین سے محروم رکھنے کی خاطر اس قسم کے اقدامات کئے جاتے ہیں؟

پاکستان کے مقصد وجود پر دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی مقصد کا حصول صحیح اور درست نظامِ تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اس سعادت سے آج تک محروم ہیں اور اپنے عزیز نوجوانوں کو محض بابو بنانے کی فکر میں ہیں انہیں اچھا مسلمان بنانے کی ہمیں فکر نہیں۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ تقسیم ملک کے بعد نئے ملک کے مقصد وجود کو سامنے رکھ کر ایک ایسا مربوط نظامِ تعلیم وضع کیا جاتا جس کی روشنی میں ایک طالبعلم جہاں اپنے فکری سرمایہ سے مالا مال ہوتا وہاں عصر حاضر کی ضرورتوں کے تحت وہ جدید علوم سے آراستہ ہوتا لیکن نظام تعلیم میں دوعملی کی ایسی خلیج حائل ہے کہ توبہ بھلی! عربی مدارس جو کسی نہ کسی درجہ میں اپنے قدیم علمی و فکری سرمایہ کو سنبھال کر بیٹھے ہیں انہیں نیشنلائز کرنے کے لئے گاہ بگاہ آوازیں اٹھتی ہیں لیکن یہ کوئی نہیں سوچتا کہ عصری درسگاہوں میں زیر تعلیم لاکھوں نونہالانِ وطن کے دینی معتقدات اور ان کے اخلاق و اقدار کی تعمیر کی جو ذمہ داری ہم پر ہے ہم اس سے کس حد تک عہدہ برآ ہو رہے ہیں —— اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا یہ حال ہے کہ کسی درجہ میں اگر کوئی مضمون شامل نصاب کیا جاتا ہے تو ساتھ ہی قواعد پر نظرثانی کی آڑ میں اسے خارج بھی کر دیا جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال کسی اعتبار سے صحیح نہیں۔ اربابِ

(بقیہ ۵ پر)

دورۂ تفسیر

حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی نگرانی میں قرآن فہمی کا جو سلسلہ دہلی میں شروع کیا تھا وہ مولانا سندھی کے سفر کابل اور حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے دہلی بدر کئے جانے کے بعد مستقلاً لاہور میں جاری ہوا۔ نصف صدی سے زائد کے عرصہ میں دنیا بھر کے اہلِ علم نے اس میں داخل ہو کر استفادہ کیا۔ حسب معمول یکم شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ سے یہ کلاس حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدھم کی نگرانی میں شروع ہو رہا ہے۔ داخلہ کی جلد کوشش کریں۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

(بشیر احمد چوہان ناظم انجمن)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: خالد سلیم

ذکر اللہ کرنے کی برکت

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین ۝ (پ ۱ ع ۵)

ترجمہ: قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ۔

یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو نجات کے لئے تم پر لازم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام معاملات میں پیروی کرو نماز بھی ان کے طور پر پڑھو جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔

اسلام رہبانیت کی بجائے اجتماعیت کی دعوت دیتا ہے جہاں بھی مسلمان گئے انہوں نے سب سے پہلے وہاں مسجد بنائی۔ صحابہ کرام رضؓ کے زمانہ میں مسجد ہی مسلمانوں کا کالج اور یونیورسٹی ہوا کرتی تھی جہاں تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا۔ مسجد میں ہی تمام مسائل کو حل کیا جاتا اسی لئے حکم ہے کہ مل کر نماز پڑھو اور مل کر ہی اللہ کا ذکر کرو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یارِ غار تھے سب سے پہلے آپ رضؓ کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ آپ رضؓ نہایت ہی نرم مزاج اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ آپ رضؓ نے اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ لُٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضؓ سے وہ کام لیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ رضؓ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ رضؓ کے زمانہ میں اخلاق و مروّت اور محبت و پیار سے اسلام پھیلا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا کہ اے نبیؐ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) آپؐ نرم مزاج نہ ہوتے تو آپؐ کے گرد لوگ اکٹھے کیسے ہوتے۔

لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کوئی سختی نہیں۔ اسلام نام ہے تصدیقِ قلب کا۔ دلوں کو صرف پیار و محبت سے ہی جیتا جا سکتا ہے، جنگ و جدل سے نہیں۔

حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان میں حضرت علی ہجویریؒ اور دوسرے بزرگوں نے تن تنہا کافروں کے وطن میں پیار و محبت اور اخلاق سے اسلام کو پھیلایا۔ ان کے اعلیٰ اخلاق کی بدولت لوگ اسلام کی طرف کھنچے چلے آگئے۔

دلوں پر اہل اللہ راج کرتے ہیں۔ اور یہ دولت ان کو اللہ کے نام کی برکت سے حاصل ہوتی ہے نفسِ امّارہ سے لڑنا سب سے بڑا جہاد ہے، اس کو وہی شکست دے سکتا ہے جو عابد و ذاکر ہو۔ آپ صرف اللہ کے ذکر کی بدولت نفس امارہ پر قابو پا سکتے ہیں۔ نیکی کو ابھارتا ہے اللہ کے ذکر کا شوق اور گمراہی سے بچاتا ہے اللہ کا خوف۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا ذکر کرنے کی ہمت و توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

حالات کا رُخ پہچانیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ !

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ...... اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ـ صدق اللہ العلی العظیم ـ (القصص ۵۸ تا ۶۰)

محترم حضرات ! آپ نے سورۂ قصص کی تین آیات ملاحظہ فرمائیں ـ حرفِ مدعا سے قبل ان کا ترجمہ سماعت فرما لیں ـ

" اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے ، سو یہ اُن کے گھر ہیں کہ ان کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم ، اور ہم ہی وارث ہوئے اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے ، مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں ، اور جو چیز تمہیں دی گئی ہے ـ وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے جو چیز اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے کیا تم نہیں سمجھتے ؟" (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

اس سورۃ کا موضوع

محترم حضرات ! یہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جو پیغمبر اقدس نبی رحمت علیہ السلام پر مکہ معظمہ کے دَور میں نازل ہوئیں ـ اس میں زیادہ تر حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ان کے مدِ مقابل زبردست طاغوتی طاقت کے مالک فرعون اور ایک زبردست سرمایہ دار جس کا ضمیر مسخ ہو گیا تھا یعنی "قارون" کا ذکر ہے ـــ تیسری آیت میں ہی ہے :ـ

" ہم تجھے ایمانداروں کے فائدے کے لئے موسیٰ اور فرعون کا کچھ صحیح حال سناتے ہیں "

چوتھی آیت میں فرعون کی سرکشی کا ذکر ہے اور پانچویں میں آنے والے انقلاب کی پیشین گوئی ـ ارشاد ہے :ـ

" اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انہیں سردار بنا دیں اور انہیں وارث کریں ـ" (حضرت لاہوریؒ)

یہی وجہ ہے کہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ اس سورۃ کا موضوع اس کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :ـ

" اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے مستقبل کی پیشین گوئی ہے ـ جس طرح فرعون پر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے فتح پائی ـ اسی طرح کفارِ مکہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم اور مسلمان فاتح ہوں گے ـ" (حواشی ص ۶۱۴)

اور یہ رکوع جس کی آیات آپ نے ملاحظہ فرمائیں اس کا خلاصہ حضرت لاہوری قدس سرہ کے الفاظ میں یہ ہے :ـ

" جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی تابعدار ایک جماعت پیدا ہو گئی تھی اسی طرح اب بھی ہو گا ـ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ام القریٰ میں بھیجکر تعلی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا گیا تھا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کو ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں بھیجا گیا ہے اور تعلی اختیار کرنے والوں کو تباہ کیا جائے گا ـ" (حواشی ص ۶۲۴)

ان آیات کا خلاصہ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے الفاظ میں ہے :ـ

(آیت ۵۸) "تذکیر بایّام اللہ ہے ـ اے مخالفینِ قرآن ! ان کھنڈروں سے جا کر عبرت حاصل کرو ـ"

آیت ۵۹) اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے اور وہ پورا ہو گیا (یعنی نبی بھیج کر اتمامِ حجت کرنے کے بعد قوم کو ہلاک کرنا)

آیت ۶۰) جن دنیا کی چیزوں پر تم مغرور ہو اور اس غرور کے سبب اسلام ، پیغمبر اسلام اور قرآن کے مخالف ہو) وہ فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں دائمی نعمتیں ہیں جو قرآن کے اتباع سے مل سکتی ہیں ـ

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :ـ

"اُن کے عذاب سے ڈرو دیکھتے نہیں کتنی قومیں گذر چکی ہیں جنہیں اپنی اس خوش عیشی پر غرّہ ہو گیا تھا جب انہوں نے تکبّر اور سرکشی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا ـ یہ کھنڈر ان بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستانے یا قدرت الٰہی کا عبرت ناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اُترے ـــ سب مر مرا گئے کوئی وارث بھی نہ رہا ہمیشہ رہے نام اللہ کا اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیجے ـــ تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا ، اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوتے ـــ (اور) ہشیار کرنے پر بھی جب لوگ باز نہیں آتے برابر ظلم و طغیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر ہلاک کرتا ہے ـــ آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو ـ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جُدا کر کے رہے گا ـ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشئے ہے ، کون عقلمند ہو گا جو ایک مکدّر و منغص زندگی کو بے غل و غش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے ـ"

(حواشی ص ۵۰۸)

قدرت کی تنبیہات اور ہمارا طرزِ عمل

محترم حضرات ! قرآن کریم کی آیات ، ان کا ترجمہ اور دو جلیل المرتبت حضرات کے اس ضمن میں ارشادات کو آپ نے ملاحظہ فرمایا ـ اس پر مزید کسی حاشیہ کی ضرورت نہیں ـ لیکن میری عقل دنگ رہ جاتی اور میرے قویٰ

جواب دے جاتے ہیں جب اسلامی برادری کو ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک دیکھتا ہوں کہ کس طرح مادیت کا شکار اور کس طرح اللہ کی نافرمانیوں میں مشغول ہے ؟ "تذکیر بایّام اللہ" کا مفہوم یہی ہے کہ واقعات ماضیہ کا المناک نقشہ ہمارے سامنے آئے تاکہ ہوش و تدبّر سے کام لیں اور آئینۂ ماضی میں اپنی صورت دیکھیں اور اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ آیا ہم انہی خرابیوں اور بے راہ رویوں کا شکار تو نہیں جو اقوام ماضیہ کی ذلت و خواری کا باعث بنیں ؟

آج میں دیکھتا ہوں کہ سچے خدا کے بجائے ہم نے سینکڑوں آستانوں پر اپنی حاجت روائی کے لئے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ اعمالِ خیر سے ہماری زندگیاں محروم ہیں۔ اسلامی اخلاق نہ ہونے کے برابر ہیں اوپر سے نیچے تک ہر فرد لہو و لعب میں مشغول ہے۔ ہر جگہ اسلامی روایات کا کھلے بندوں مذاق ہے۔ جو ادارے اسلامی احکامات و روایات کے تحفظ کے پابند تھے نہی کے ہاتھوں اس کی صورت مسخ ہو رہی ہے۔ عبادات کا مسئلہ صاف ہے کاروبارِ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں ہم لوگ اسوۂ رسولؐ کی پیروی کر رہے ہوں بلکہ ہر جگہ ہم آپ کے اسوۂ مقدسہ کے علی الرغم بڑی ڈھٹائی سے مصروف عمل ہیں نہ ماضی کی تنبیہات سے ہم عبرت حاصل کرتے ہیں نہ حال کے واقعات سے کسی پر اثر ہوتا ہے۔

ابھی چند دن پہلے نہ صرف لاہور بلکہ پورے وسطی پنجاب میں ۲ منٹ تک زلزلے کے جو خوفناک جھٹکے ریکارڈ کئے گئے اور جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ایسی صورت کبھی نہ ہوئی تھی اس کا کیا ردّعمل ہوا ؟ کس نے درتوبہ پر حاضری دی ؟ کسی کا دل پسیجا ؟ کسی کی آنکھیں خوفِ خدا سے نمناک ہوئیں ؟ کوئی کتاب الٰہی کی طرف متوجہ ہوا ؟ کسی نے اپنی آوارہ و ناکارہ زندگی کی بے عملیوں پر ایسی نظر ڈالی کہ اصلاح ہو سکے ؟ ظاہر ہے ہر بات نفی میں ہے اور جب ہر بات کا جواب نفی میں ہے تو اب ہم کس کا انتظار کر رہے ہیں ؟ کیا ہمیں کسی طوفانِ نوح کا انتظار ہے ! کیا ہم نیل کی خونی لہروں کے منتظر ہیں ؟ اقوامِ ماضیہ کے دور کی گرج و چمک اور صاعقہ و رعد کا ہم منہ تک رہے ہیں ؟ ایہاالناس ! ہوش و تدبر کے ناخن لو ، اس ذات کریم کے رحم و کرم کے سہارے غفلت و مدہوشی میں نہ پڑے رہو۔ قرآن کی زندہ صداقتیں تمہیں جھنجھوڑ رہی ہیں ، تمہارے دلوں پر دستک دے رہی ہیں اور فاران کی چوٹیوں پر ایک بار پھر منادی ہو رہی ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے۔ ظلم و غفلت ، خدا بیزاری ، مادیت پرستی سے بچائے۔ اور ہمیں اسوۂ نبوی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین !

و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

دعائے مغفرت

خدام سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ میں یہ خبر انتہائی رنج و الم سے سنی جائے گی کہ ہماری جماعت کے ایک پرانے تعلق دار جناب میجر صاحب مرحوم سابق سپرنٹنڈنٹ ملتان جیل کی اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور جماعت کے تمام احباب سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ونگ کمانڈر پی این سرگودھا اور جناب محمود شوکت ۳۱ شالا مار ٹاؤن لاہور مرحومہ کے صاحبزدگان ہیں۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

واقعہ یہ ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ وہ رمضان میں ہے اس کے آخری عشرہ میں ہے اور ۲۷ ویں رات ہے انہوں نے ان سے اس کی دلیل معلوم کی تو انہوں نے کہا کہ میں ان علامات کی بنیاد پر ایسا کہہ رہا ہوں کہ وہ ۲۷ ویں ہے جو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمائیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو اس میں روشنی نہیں ہوتی ، یعنی بہت کم ہوتی ہے (تمازت نہیں ہوتی)

شب قدر سے متعلق آپؐ کی دعا یہ منقول ہے :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

ہم نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کے باب شبقدر کی اکثر روایات کا خلاصہ نقل کر دیا ہے جس سے معاملات کا ایک خاص رخ متعین ہوتا ہے رات کی فضیلت بے پناہ ہے اس میں تو کلام ہی نہیں ، خود قرآن نے اسے ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ حضور علیہ السلام کا اپنا عمل ، تجسّس اور تاکیدی ہدایات بھی اسی کی غماز ہیں ، واضح تعین اٹھا لیا گیا۔ اس میں جہاں لوگوں کو غفلت سے بچانا ہے کہ وہ متعینہ رات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں وہاں جھگڑے والے واقعہ کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جھگڑا کی نحوست کیسے کیسے مسائل کو جنم دیتی ہے ہاں حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشادات کی روشنی میں ۲۷ ویں شب کی طرف رجحان کے بکثرت ہونے پر دلیل قائم ہو سکتی ہے ایسا ہی معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ ان حضرات کو کسی خاص موقعہ پر سرکار دو عالم علیہ السلام نے بتلایا یا انہوں نے آپ کی بتلائی ہوئی نشانیوں اور علامات سے ازخود اس بات کا مشاہدہ کیا اور اپنے مشاہدہ کو سرکارؐ سے عرض کر کے تصویب چاہی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے ورنہ ستائیسویں کی بات بلاوجہ نہیں۔

تاہم عبدیت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائے بلکہ جدوجہد کا عمل برابر جاری رکھے حتّٰی کہ بقول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا سال یہ تلاش و تفحص جاری رہنا چاہیے۔ جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے امّت کی سہولت کے لئے آخری عشرہ کی طاق راتوں جو محض پانچ ہیں کی بات کہہ کر کرم فرمایا اور اپنی رحمۃ للعالمینی کے صدقہ امت کے لئے آسانی کا سامان فراہم کیا۔

رمضان بالعموم اللہ تعالیٰ کی عنایت کا مہینہ ہے۔ اس میں آخری عشرہ "عتق من النار" جہنم سے آزادی کا ہے اور یہ رات تو سبحان اللہ ——— آدمی کو چاہیئے کہ سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی طرح کمر ہمت کس لے۔ ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے اپنی رحمت کے دامن میں خود ڈھانپ لے گی۔

بقیہ : اداریہ

اقتدار کا فرض ہے کہ وہ اس صورتِ حال کا نوٹس لیں اور اس میدان میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور زیر تبصرہ مقالہ میں جن مسائل کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس کے حل کی فکر کریں

یعلم ۱۰ر مئی ۸۱

حسنِ ادب

تحریر
حضرت مولانا
حبیب الرحمن اعظمی

بڑوں کا ادب واحترام اور اساتذہ و شیوخ کا اکرام و خدمت گزاری ہمیشہ سے اکابرینِ دین وعلمائے سلف کا امتیازی وصف رہاہے ہمارے لیے ہمارے اکابر و اسلاف کی روش قابل تقلید ہے اسی میں ہماری عزت و سربلندی ہے ہمارے مذہب نے جس طرح عقائد و عبادات اور معاملات و اخلاق کے سبق ہم کو بتائے ہیں۔ اسی طرح اس نے ہمیں آداب بھی سکھائے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاہے کہ عمدہ روش اچھے انداز اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے یعنی یہ چیزیں انبیاء علیہم السلام کے عادات و خصائل میں سے ہیں۔) اسی لیے علماء کرام نے فرمایا کہ ادب و وقار۔ فضل وحیاء اور حسنِ سیرت سیکھنا شرعاً و عرفاً مسنون ہے۔

مناسب معلوم ہوتاہے کہ اسلامی اداب کی تھوڑی سی تفصیل اور اس کے ساتھ ساتھ استاد اور عالم کا حق اور ان کے اجلال و احترام کے احکام کا بھی ذکر کر دیا جائے۔

ابو داؤد میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے مسلمان اور عالم و حافظ قرآن اور بادشاہِ عادل کی عزت کرنا خدا کی تعظیم میں داخل ہے "الآداب الشرعیہ" میں بروایت ابی امامہ یہ حدیث مرفوع منقول ہے کہ تین باتیں خدا کی تعظیم کی فرع ہیں۔ اسلام میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے والے کی توقیر اور کتاب اللہ کے حامل کا احترام اور صاحبِ علم کا اکرام، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

اسی کتاب میں حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ عالم اور بڑے اور بادشاہ اور باپ کی توقیر سنت ہے۔

ایک اور حدیثِ مرفوع میں اہل علم کے استخفاف کو منافق کا کام بتایا گیا ہے۔ (مجمع الزوائد) ایک اور حدیث میں ہے کہ جو ہم میں سے بڑے کی عزت نہ کرے اور چھوٹے پر رحم نہ کھائے اور عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہارون الرشید نے میرے پاس آدمی بھیج کر سماع حدیث کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہلا بھیجا۔ کہ علم کے پاس لوگ آتے ہیں۔ وہ لوگوں کے پاس نہیں جایا کرتا۔ رشید یہ جواب پاکر خود آئے اور آکر میرے ساتھ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے کہا۔ یا امیر المومنین ان من اجلال ذی شیبۃ المسلم۔ یعنی خدا کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کا احترام کیا جائے ہارون کھڑے ہوگئے اور میرے سامنے شاگردانہ انداز سے بیٹھے۔ ایک مدت کے بعد پھر ملاقات ہوئی، تو کہا۔ یا ابا عبد اللہ تواضعنا لعلمك فانتفعنا به۔ ہم نے آپ کے علم کے لیے تواضع کیا تو ہم نے اس سے نفع اٹھایا۔ (آداب الشرعیہ)

امام بیہقی نے روایت کی ہے کہ خلیفہ مہدی جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور امام مالک ان کے سلام کو گئے تو مہدی نے اپنے دونوں لڑکوں ہادی اور رشید کو امام مالک سے حدیث سننے کا حکم دیا۔ جب شہزادوں نے امام مالک کو طلب کیا تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ مہدی کو اس کی خبر ہوئی اور اس نے ناراضی ظاہر کی تو امام نے فرمایا کہ العلم اهل ان یوقر ویوتی اهله یعنی علم اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی توقیر کی جائے اور اس کے اہل کے پاس آیا جائے۔ اب مہدی نے خود لڑکوں کو امام صاحب کے پاس بھیجا۔

امام شعبی کا بیان ہے کہ حضرت زید بن ثابت سوار ہونے لگتے تو حضرت ابن عباس رکاب تھام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ علماء کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ اسی طرح حضرتِ ابن عمر (صحابیؓ) نے مجاہد (تابعی کی رکاب تھامی۔ امام لیث بن سعد امام زہری کی رکاب تھامتے تھے۔

مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی ہیبت ہم پر ایسی تھی جیسی بادشاہ کی ہوتی ہے اور یہی حال امام مالک کے شاگردوں کا امام مالک کے ساتھ تھا۔

ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعی کی نظر کے سامنے ان کی ہیبت کی وجہ سے مجھے کبھی پانی پینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ (الآداب الشرعیہ)

خلفِ احمر کا بیان ہے کہ امام احمدؒ میرے پاس ابو عوانہ کی مرویات سننے کے لیے آئے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ان کو بلند جگہ پر بٹھاؤں مگر انہوں نے فرمایا میں تو آپ کے سامنے ہی (شاگردوں کی جگہ پر) بیٹھوں گا۔ ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم جس سے علم حاصل کریں اس کے لیے تواضع کریں۔

حماد بن سلیمان کی ہمشیرہ عائکہ کہتی ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر کی روئی دھنتے تھے، ہمارا دودھ اور ترکاری خریدتے تھے اور اسی طرح کے اور بہت سے کام کرتے تھے۔ ایک واقعہ کو نقل کرکے علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ طالبعلمی میں اسلاف اس طرح خدمت گزاری کرتے تھے اور اسی سے انہوں نے علم کی برکت پائی۔

امام ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی محدّث کے دروازے پر حاضر ہوا تو اطلاع بھجوا کر داخلہ کی اجازت نہیں منگائی، بلکہ بیٹھا انتظار کرتا رہا تاآنکہ وہ خود برآمد ہوئے۔ میں نے ہمیشہ قرآن پاک کی اس آیت سے جو ادب مستفاد ہوتا ہے اس پر نظر رکھی۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ

یعنی کاش وہ لوگ صبر کرتے تاآنکہ آپ باہر نکلتے۔ تو ان کے لیے بہتر ہوتا۔ (الآداب شرعیہ)

صاحب ہدایہ فرماتے تھے کہ بخارا کے ایک بہت بڑے امام اپنے حلقۂ درس میں درس دے رہے تھے مگر اثناء درس میں کبھی کبھی کھڑے ہو جاتے تھے جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میرے استاد کا لڑکا گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہاہے۔ کھیلتے کھیلتے وہ کبھی مسجد کے دروازے کے پاس بھی آجاتاہے تو میں اس کے لیے بقصد تعظیم کھڑا ہو جاتا ہوں۔ (تعلیم المتعلم)

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے لڑکے علم وادب کی تعلیم کے لیے امام اصمعی کے سپرد کر دیا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جا پہنچے دیکھا کہ اصمعی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شہزادہ پاؤں پر پانی ڈال رہاہے۔ ہارون نے بڑی برہمی سے فرمایا کہ میں نے تو اس کو

(باقی ۱۲ پر)

ٹھاکر داس

قسط نمبر ۲

سُود خوری

شمس الاسلام بھیرہ کی اشاعت فروری سنہ ۳۰ء میں شائع شدہ مضمون کی دوسری قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

کسانوں پر سود کا عجیب اثر پڑا ہے وہ ایک قدم سود خوروں سے اور بھی آگے بڑھ گئے ہیں کیونکہ باہمی ضروریات کے متعلق بیج وگندم خوردنی ڈیوڑھے اور دوگنے پر پوری کرتے ہیں۔ باجرہ، مکئی، لے کر بر موقعہ فصل گندم ادا کرنی پڑتی ہے یہ خون خوری انہوں نے کہاں سے سیکھی؟ انہی مہاجنوں، ساہوکاروں اور مالکان زمین سے جو غریب عاجز اور حاجت مند مزارعان کو ایک پیسہ یا اس سے بھی زیادہ فی روپیہ شرح پر روپیہ اناج خریدنے کے لیے دیتے ہیں اور بر موقعہ فصل سود، بیاج چلکانہ، ملکانہ اور کچھ رعب ہی سب کی سب ڈیری میٹ لے جاتے ہیں۔ الغرض سود نے بیوپار ہی مکان و دکان کے کرایوں اور باہمی لین دین میں سخت پیچیدگیاں ڈال دی ہیں ہر کاروبار میں سود کا خیال مدّ مقابل رہتا ہے افسوس باہمی ہمدردی اور حاجت روائی عنقا ہو گئی ہے۔ ع

ہمسایہ بھوکا ہے پرواہ ہی کیا ہے
اگر قرض نہ لے تو چارہ ہی کیا ہے
کسی کام میں ہے روپے کی ضرورت
ڈگری مکان میں تو پارہ ہی کیا ہے

سود خوری ہندو مسلم نفاق کی جڑ ہے

ہندو مسلم نفاق کی وجوہات، شدھی، سنگٹھن، تنظیم، گاؤکشی باجہ اور مالابار کا فساد وغیرہ رواداری وغیرہ تبلائے جاتے ہیں۔ بیشک اس مرض نفاق کے وجوہ محرک ان میں سے ایک یا سب ضرور ہو سکتے ہیں مگر سبب اول ان میں ایک بھی نہیں۔ اس نفاق کی جڑھ میں غریب فرقہ کی بے چینی یا ساہوکار پیشہ کا لالچ ہے۔ زمینداروں کا غریب مزارعوں پر ظلم روا رکھنا ہے۔ بیچارے قرضدار شکر مناتے ہیں۔ جب مہاجن کا مکان اور بہیاں (رجسٹر) آگ کی نذر ہو جائیں۔ غریب کسان جلے کرتے ہیں۔ جب زمیندار کسی مصیبت کا شکار ہو جائیں۔ افسوس جہاں دلوں میں اس قدر بغض وکینہ کی آگ مشتعل ہو پھر اگر کہیں ظاہرہ بھی پھوٹ نکلے تو کیا تعجب ہے۔ فسادی بہت کچھ ناداری سے جنونی بن رہے ہیں۔ افسوس یہ آتش آج کل فرقہ وارانہ فسادات کی صورت اختیار کر رہی ہے۔ ورنہ لازمی تھا کہ یہ جنگ امیر و غریب طبقہ کے درمیان بالشوزم کی روح لیے نمودار ہوتی جو سگ زر اپنے سگے برادر کو سگ در جان کو ایک لقمہ ڈالنے کو تیار نہ ہوتے تھے۔ اکیلے پکانا اور کھانا جن کا شغل تھا۔ اکڑپن جن کا شیوہ ہمدردی نام کو چھو نہ گئی تھی بھائیوں اور ہمسایوں کا خون چوسنا جن کا ایمان تھا آج ڈاکوؤں کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہو رہے ہیں اب حفاظت زر تو کجا اپنی جانیں بچانے کی فکر میں ہیں اور انصاف کی دہائی دے کر سرکار انگلیشیہ سے پولیس اور ہتھیار مانگنے کے لیے کوشاں ہیں مگر یاد رہے کہ ہو سکتا ہے کسی طرح اس دنیا میں اپنی اور اپنے زر کی حفاظت کر لیں۔ مگر عاقبت میں خدائے عادل و قہار کے عدل و قہر سے بھاگ کر کہاں جائیں گے مظلوم تو وہاں بھی ڈاکوؤں کی شکل میں ان کا زر لوٹنے دوڑیں گے کیا وہاں پر بھی پستول اور بندوق کے لیے خدا سے درخواست کریں گے؟ ذرا آنکھ اٹھا کر کسی خان صاحب کے گھر میں دیکھو کہ ایک کی کمائی پر کتنے فرد پرورش پا رہے ہیں مگر بالمقابل رائے صاحب ہیں کہ اکیلے حلوہ پوڑی اڑانا ان کا شیوہ ہے۔

ایک سب انسپکٹر پولیس کو اپنے ادنیٰ سپاہی کے ساتھ بسم اللہ کہہ کر دسترخوان پر شامل کر لینے کا نظارہ کیسا دلکش ہوتا ہے ادھر ایک لالہ جی

ہیں کہ گاڑی میں منہ پھیر کر چوری چوری کھا رہے ہیں۔

ملتان میں جب کئی زر داروں کے مکانات لٹ رہے تھے تو ان کے ہمسائے اور بھائی اپنے چوباروں پہ کھڑے تماشہ دیکھتے اور اپنے محفوظ رہنے کے لیے شکر مناتے تھے ان لٹیروں میں سے اکثر ایسے بھی آدمی شامل تھے جو سود و قرض سے "تنگ آمد بجنگ آمد" کے مصداق موقعہ کو غنیمت جان کر شامل ہوئے تھے اور قرضہ سے مخلصی پانے کے لیے قرضخواہوں کی بہیوں پر چھاپہ مارا۔ چنانچہ اس طرح سینکڑوں بہیاں پھونکی گئی تھیں۔ الغرض مجھے تو ہر جگہ ان فرقہ وارانہ فسادات کی تہ میں زر پرستیوں کے ظلم وستم کا عکسی جواب ہی دکھائی دیتا ہے۔ ع

ظلم وستم ہم بہت سہہ چکے ہیں
سنبھل جائیں اب وہ کہاں جائیں گے

قرض داروں کا قصور

کیا تمام الزام سود خوروں، سرمایہ داروں کے سر ہی تھوپا جا سکتا ہے۔ دلیل باز کہتے ہیں کہ آخر قرضدار ساہوکاروں سے روپیہ کیوں قرض مانگتے ہیں—؟

بیشک اس بارہ میں قرض دار ایسے ہی مجرم ہیں جیسے رشوت خور کتوں کو بیچارے گرداب مصیبت میں پھنسے ہوئے زر کی ہڈی ڈالنے والے سائل— مگر قرضدار جو شادی یا عیش و عشرت کے لیے بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں ان ساہوکاروں سے کہیں زیادہ گنہگار ہیں۔ ایسے حاجت مندوں کو چاہیئے کہ حتی الوسع قرض سے پرہیز رکھیں۔ ہاں فصل کے لیے بیج یا بچوں کی پرورش کے لیے اناج اور کسی اور ضروری حاجت روائی کے لیے روپیہ لینا پڑے تو کسی سخی، خدا پرست، شریف دل آدمی سے از راہ ہمدردی بلا معاوضہ روپیہ حاصل کریں اور اس کی اس بھلائی کے ہمیشہ محسن بنے رہیں۔ وقت اور وعدہ پر اس کو فوراً ادا کر دیں۔ اپنے محسن کی اس کی مصیبت میں ہمیشہ مدد کریں۔ خیال رہے کہ ایسی نیک روحیں عاقبت میں بھی اپنے رحم بھرے چہرے سے تمہیں منور کریں گی مگر تمہیں حتی الوسع قرض جو ملک الموت کے مشابہ ہے سے پرہیز اور فضول خرچی سے گریز لازمی ہے۔ ع

کفایت شعاری ہو مدنظر
راحت سے تا زندگی ہو بسر

سود حرام نیک انجام

اگر تمام ملک سود خوری حرام سمجھ لے اور سرکار اس کے متعلق قانون بنا دے تو بلاشبہ امن، ایمانداری اور قومیت اس قدر آجائے گی کہ جس کی خوب صورتی کا نظارہ قلم کھینچنے سے قاصر ہے دنیا اس وقت مادہ پرستی سے اندھی بن رہی ہے بیوپار ایمانداری پر نہیں بلکہ سٹہ بازی دھوکہ دہی پر مبنی ہے پل پل پر نرخوں کی کمی بیشی، سکوں کی قیمت میں اختلاف، ترقیوں، دیوالوں کی کثرت، اقتصادی ترقی نہیں بلکہ سب ایمان سے گرانے والے پیشوں کا نتیجہ ہے۔ الکانوی کی شیخیاں بگھارنے والے ہزار مغربی دماغوں کی تعریف کریں مگر قدرت نے صداقت کے اصول بہت موٹے بنائے ہیں باریک بینیوں میں ملک و قوم کو لے ڈوبنا سائنس نہیں ہے۔

الغرض اگر سود کا لفظ دنیا کی ڈکشنریوں سے کاٹ دیا جائے اور اسے ملک عدم میں روپوش کر دیا جائے تو ساہوکار، سرمایہ دار اپنے روپیہ کو کسی کاروبار میں صرف کریں گے جس سے ان کی ذاتی اور ملکی دونوں ضروریات پوری ہوں گی یا روپیہ کو مکانوں دکانوں کی تعمیر میں خرچ کریں گے جن کی کثرت سے ان کے کرایوں میں نمایاں کمی ظہور میں آئے گی۔ غریب بھی شہروں میں کاروبار محنت اور رہائش حاصل کرنے کے اہل ہو سکیں گے۔ بے روزگاری کا قلع قمع ہوگا۔ چوری ڈاکوں کا خود بخود سدباب ہو جائے گا۔ سرمایہ دار اگر تعمیرات یا کسی کاروبار میں صرف زر کرنا پسند کریں گے تو کم از کم آئندہ ہوس زر بند ہونے سے قناعت حقیقی حاصل کر سکیں گے یا اس کو خیراتی کاموں میں لگانے یا از راہ ہمدردی حاجت مندوں کو بلا معاوضہ ضروریات پوری کرنے کی طرف رجوع کریں گے۔ الغرض روپیہ سے روپیہ جننے کے عوض روپیہ کا عمدہ استعمال کر سکیں گے۔ کنجوسی، زر پرستی کافور ہو جائے گی تجارت و ملکی ترقی

کو فروغ حاصل ہوگا۔

امیر غربا کو ، بھائی بھائی کو بوقت ضرورت یا بغرض ترقی روپیہ خوشی سے دیں گے جس سے علاوہ ملکی ، اقتصادی حالت عمدہ ہونے کے رفاقت و الفت کا جذبہ زیادہ موجزن ہوگا۔

انسانی فطرت ہے کہ احسان کا بدلہ ہمیشہ نیک دیا جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنے محسن کا گلا کاٹنا یا اس سے خیانت کرنا یا اس کا دھن لوٹنا نہیں چاہتا۔ بالفرض اگر کوئی محسن کش بنے بھی تو دوسروں کو کبھی یہ ایک آنکھ نہیں بھاتا محسن کی مدد اور محسن کش سے بدلہ لینے کے لیے ہر شخص جس کو خدا نے دل و گردہ دیا ہے ، تیار ہو جاتا ہے۔ اعتبار سے اعتبار بڑھتا ہے۔ پہلے کیوں بلاتحریر روپیہ دیا جاتا تھا۔ آج کل جس قدر اعتبار کی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ وہ صرف زر کی ہوس ہے لہٰذا میرا دعویٰ ہے کہ سود کو اگر سب لوگ حرام سمجھ لیں تو آج ہی نہ رجسٹروں کی ضرورت رہے گی ، نہ اشٹامپوں کی۔ لوگ اعتبار پر روپیہ لیں گے۔ اور دیں گے۔ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی سرحدی پٹھان جنہیں وحشی سمجھا جاتا ہے بلا کسی تحریر کے ملتانی کوٹھی داروں کو مال دے جاتے ہیں اور وقت پر زور بازو سے روپیہ وصول کر کے لے جاتے ہیں الغرض سود حرام ہونے سے ہمدردی ، اعتبار ایمانداری کے جذبات بڑھنے سے انسانوں کا درجۂ اخلاق اونچا ہو جائے گا۔ اور محسن کشی سے نفرت عامہ ہونے سے چوروں ، عیاروں کا قلع قمع ہو جائے گا۔

ملک میں حاتم طائی جیسے سخی اور پانی کے بدلے دودھ پلانے والے مہمان نواز ، خفیہ رات کو غلہ کی بوریاں غریب محتاجوں اور بیواؤں کے گھر پہنچانے والے پھر پیدا ہونے کچھ مشکل نہیں۔ صرف زر پرستوں کی اخلاقی حالت سدھارنے کی ضرورت ہے۔

فرقہ وارانہ فسادات کی تہ میں بھی زر پرستی کا اثر ہے اگر ہندو مسلمانوں میں باہمی لین دین از راہِ ہمدردی بلامعاوضہ یعنی بلا سود ہو۔ تو کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک فریق اپنے محسن کا برا چاہنے کا خیال بھی دل میں لا سکے۔ انہی تنازعات کے دنوں میں بھی کئی مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے زیر احسان ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے معاون بنے ہیں الغرض میرا دعوےٰ ہے کہ ملک میں تمام خشکی دور ہو گی اس کی جگہ عام انسانی ہمدردی پھیلے گی۔ بھائی بھائی کو پیار کریں گے ایک دوسرے کی بوقت ضرورت و مصیبت جانی و مالی سے امداد کریں گے۔ ہندو مسلمانوں میں ہمدردی اور احسان کے جذبات جاگ اٹھیں گے۔ مجھے تو گاؤ کشی سے بڑھ کر سود خوری کا مسئلہ آتش خیز معلوم ہوتا ہے۔ گاؤ کشی صرف ایک حیوان کی جان لینا ہے تو سود خوری کئی انسانوں کا خون چوسنا اور ان کو تڑپا تڑپا کر مارنا ہے اس لیے میری تمام محبان و بہی خواہان وطن کی خدمت میں بزور التجا ہے خونخوار کو ملک و قوم سے ہٹا کر فرقہ وارانہ تنازعات اور بولشویک لہر کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکیں اور ملک میں پھر امن و امان قائم کر دیں۔

اسلام کا سنہری اصول

ہندو ہزار اپنے فلسفہ پر سر پٹکیں ، مغربی پالیٹیں لاکھ لاکھ پالٹیکس کے گہرے نقطے پیش کریں مگر تا وقتیکہ قومیت کے موٹے اصولوں اور قدرت کی ظاہرہ صداقتوں کا قوم میں دخل نہ ہوگا جب تک قوم دولت مند فرقہ اپنی عادت زر پرستی اپنی جبلت خون خوری سے منہ نہ موڑے گا۔ اس وقت تک قوم میں باہمی اتفاق اور ملکی ترقی ایک موہوم خواب ہے۔ ہند کبھی بھی قعر ذلت اور غار غلامی سے باہر نہیں آ سکتا تا وقتیکہ ہر فرد قوم اسلام کے اس زریں اصول کا پابند نہیں ہوتا۔

"سود خوری حرام ہے"

بقیہ : حسن ادب

آپ کے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ اس کو ادب سکھائیں گے۔ آپ نے شہزادہ کو یہ حکم کیوں نہیں دیا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پیر دھوئے ؟

قسط نمبر ۹

السید حضرت مولانا

ذوالفقار علی

دیوبندی قدس سرہ العزیز

تحریر

حافظ خالد محمود ایم اے

مفتی صدرالدین آزردہ

"مفتی صدرالدین بن شیخ لطف اللہ کشمیری ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولد و منشا دہلی ہے۔ علوم نقلیہ کی تحصیل شاہ عبدالعزیز ، شاہ عبدالقادر اور شاہ محمد اسحٰق سے کی اور علوم عقلیہ مولانا فضل امام خیرآبادی سے حاصل کیے اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ (تذکرہ علماء ہند (رحمان علی اردو ترجمہ محمد ایوب قادری) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۰ء ص ۲۴۷)

ملازمت۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرف سے صدر الصدوری عطا ہوئی۔

مدرسہ کا قیام

شاہجہانی عہد سے زیر جامع مسجد مدرسہ دار البقاء چلا آرہا تھا۔ وہ سلطنت کی تباہی کے ساتھ برباد ہوا۔ مفتی صاحب نے اپنے روپیہ سے دوبارہ بنوایا۔ درس و تدریس کا اہتمام کیا۔ اساتذہ اور طلباء کو اپنے پاس سے تنخواہ و وظیفہ دیتے۔ منتہی طلباء کو عدالت سے فراغت کے بعد اسباق خود پڑھاتے اور تعطیل کے دن سب کو لے کر خود باغات کی سیر کراتے اور لذیذ کھانے کھلاتے تھے[1]

ادبی ذوق

" دلی میں ان دنوں شعر و شاعری کی گرم بازاری تھی۔ دلی اس وقت آج جیسی دلی نہ تھی بڑے بڑے کہنہ مشق شاعر و اہل علم حکیم مومن خاں مومن ، امام بخش صہبائی ، علامہ عبداللہ خاں علوی ، نواب ضیاء الدین ، محمد ابراہیم ذوق حکیم آغا جان عیش ، حافظ عبدالرحمان احسان ، میر حسین تسکین ، عارف وغیرہ کثیر التعداد شعراء تھے ، عموماً ان کے ہاں شب کی صحبت رہتی ـــ مفتی صاحب اور شیفتہ کے یہاں ہر ہفتہ باری باری مشاعرہ ہوتا اہل کمال اس میں شریک ہو کر لطف سخن اٹھاتے[2] (۱-۲ غدر کے چند علماء از انتظام اللہ شہابی (دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی) ص ۴۵ ، ص ۴۶-۴۷)

علم و فضل

حکیم عبدالحی مرحوم "گل رعنا" میں لکھتے ہیں۔" جناب آزردہ مرحوم ان چند اشخاص میں سے تھے جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی جامع قابلیت و فضیلت کے باوجود ملک میں بھی اپنی اعلیٰ استعداد کا سکہ بٹھا دیا آپ اپنے زمانہ کے مشاہیر میں سے تھے اور نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے[1] عربی ، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ (گل رعنا بحوالہ غدر کے چند علماء از انتظام اللہ شہابی ص ۴۸)

۱۸۵۷ء میں غدر کے زمانہ میں فتویٰ جہاد کے اتہام میں گرفتار ہوئے اور منصب جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ان سے چھین لی گئی تھی[2]

تصانیف

رسالہ منتہی المقال فی شرح حدیث

لا تشد الرحال در المنصوص فی حکم مرآۃ المفقود ریختہ گو شعرار کا تذکرہ مجموعہ فتاوی؎۳

(؎۳ تذکرہ علمار ہند از رحمان علی اردو ترجمہ محمد ایوب قادری ص ۲۴۷-۲۴۸)

تلامذہ: "نواب یوسف خان مولانا ذوالفقار علی، مولانا فیض الحسن، نواب صدیق حسن خان، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی فقیر محمد جہلمی وغیرہ مفتی صاحب کے شاگرد تھے؎۱"۔

انتقال: اکیاسی سال کی عمر میں بروز پنجشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء میں لاولد فوت ہوئے۔؎۲

(؎۱-۲ تذکرہ علمار ہند ص ۲۴۷ و غدر کے چند علمار ص ۵)

مفتی صدرالدین آزردہ نواب صدیق حسن کی نظر میں

نواب صدیق حسن اتحاف النبلا میں لکھتے ہیں؎۳۔ (اتحاف النبلا بحوالہ انوار قاسمی ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور، ۱۹۶۹ء ص ۸۰)

"اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار اور نادرۂ عصر تھے، معقول کی کتابیں پڑھانے میں بالخصوص دہلی کے مغربی و مشرقی و شمالی علاقوں کے فتوی نویسی میں، مدرسوں کے امتحان اور صدارت حکومتِ دیوان کے اعلیٰ مدارج ان پر ختم تھے تمام علوم صرف و نحو، منطق و فلسفہ، ریاضیات معانی، بیان، ادب، انشار، فقہ، تفسیر اور حدیث میں کمال رکھتے اور سب علوم پڑھاتے تھے۔"

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

"حاجی امداد اللہ کی پیدائش ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۴ھ پیر کے روز قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی جو آپ کی نانہال تھی لیکن آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر ہے سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

تعلیم: قرآن کریم کے حافظ تھے سولہ سال کی عمر میں تقریباً ۱۲۴۹ھ میں مولانا مملوک علی صاحب مشہور استاد و صدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج کے ہمراہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا اسی زمانہ میں فارسی اور علم صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی مولانا رحمت علی تھانوی سے تکمیل الایمان شیخ عبدالحق کی قرات اخذ فرمائی — مشکوٰۃ شریف مولانا محمد قلندر صاحب محدث جلال آبادی سے پڑھی۔ حصن حصین اور فقہ اکبر مولانا عبدالرحیم صاحب سے پڑھیں۔

بہر حال عربی علم بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا لیکن قرآن و حدیث کے معانی اور مطالب خوب سمجھتے تھے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ایسا فیضان تھا کہ تقریر و تحریر سے علم کے بحر ذخائر معلوم ہوتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں۔؎۱ (قصص الاکابر ص ۴۸، بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن (قرآن محل کراچی ۱۹۶۴ء) ص ۶۴)

بیعت: یہ تو ظاہری علوم و تعلیم کا حال تھا لیکن روحانیت کے مقام کی تاریخ یہ ہے کہ آپ ابھی ظاہری تعلیم میں مصروف تھے اور خدا کی تلاش کا جوش دل میں اٹھا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں مولانا نصیرالدین نقشبندی مجددی دہلوی سے، جو شاہ محمد آفاق کے خلفار میں سے تھے اور شاہ محمد اسحٰق کے داماد اور شاگرد تھے۔ طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے۔ مولانا نصیرالدین کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت میانجی نور محمد جھنجھانوی سے جو اپنے زمانہ کے بلند پایہ صاحب طریقت تھے بیعت کی۔ میانجی صاحب کی خدمت میں آپ ایک عرصہ تک قیام پذیر رہے اور چاروں سلسلوں یعنی نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اور قادریہ، کی تکمیل کی۔ اور اجازت حاصل کی۔

مقامِ روحانیت

حاجی امداد اللہ کا روحانی مقام اس بات سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہندوستان کے تقریباً بڑے بڑے علمار و صلحار آپ کے مرید و خلفار تھے۔ مثلاً مولانا ذوالفقار علی مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی (ولد مولانا مملوک علی) شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (استاد شبلی نعمانی) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی وغیرہم؎۱"

(ملخص حیات امداد از انوار الحسن (مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی بار اول ۱۹۶۵ عیسوی، ص ۵۲-۵۹ اور ۸۳)

۱۸۵۷ء کا جہاد آزادی: شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید رح کے واقعہ بالاکوٹ سے ٹھیک ۲۶ سال بعد آزادیٔ وطن کی یہ دوسری تحریک تھی۔ مسلم راہنماؤں اور آزاد فطرت عناصر کے قلوب میں معرکۂ بالاکوٹ ناسور بن کر رس رہا تھا اور درد بن کر ٹیس پیدا کر رہا تھا اسی اثنا میں خاندان مغلیہ کے آخری چشم و چراغ شہنشاہِ عادل بہادر شاہ ظفر کی جانب سے ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنے اور ظالم و سفاک انگریزوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے شاہی اعلان ہندوستان کے ہر باشندے اور ہر طبقہ کے لیے جاری کیا گیا۔

شاہی اعلان

چونکہ اہل یورپ ہندو مت اور اسلام دونوں کے دشمن ہیں اور اس وقت انگریزوں کے خلاف مذہب کی بنا پر جنگ جاری ہے اس لیے پنڈتوں اور فقرار پر لازم ہے کہ وہ ما بدولت کے حضور اپنے آپ کو پیش کریں اور مقدس جنگ میں حصہ لیں۔ کیونکہ پنڈت اور فقرار ہندو مت اور اسلام کے محافظ ہیں اگر ایسا نہ کریں گے وہ شرع اور شاستری کی رو سے گنہگار ہوں گے؎۱ چنانچہ لوگ بادشاہ کے جھنڈے تلے جمع ہونے شروع ہو گئے۔

شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں نقش حیات میں لکھتے ہیں؎۲

؎۱ اخبار مدینہ بجنور ۲۸ مئی ۱۹۵۷ء بحوالہ تذکرہ مشائخ دیوبند (قرآن محل کراچی ۱۹۶۴ء) ص ۷۵، ؎۲ نقش حیات جلد ثانی ص ۴۲-۴۴

جب انقلاب ۱۸۵۷ء کی تحریک اطراف و جوانب ہند خصوصاً اطراف دہلی میں چلینی شروع ہوئی تو ان حضرات کے جوش و خروش میں نئی حرکت پیدا ہوئی ان بزرگوں نے محسوس کیا کہ اس انقلاب میں حصہ لینا فرض اور لازم ہے وہ انگریزوں کے افعال ماضیہ و احوال حاضرہ پر بخوبی مطلع تھے۔ اس تمام جماعت میں حافظ ضامن شہید زیادہ پیش پیش تھے۔ اعلیٰحضرت حافظ صاحب قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی کے اولین اور اعلیٰ ترین میں سے تھے نسبت روحانیہ نہایت قوی اور بے مثل پائی تھی۔ میاں جی صاحب مرحوم کی وفات کے وقت تک حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی تکمیل سلوک و تصوف پوری نہیں ہوئی تھی) تو حاجی امداد اللہ صاحب تحریک انقلاب میں حافظ صاحب کے ہمنوا ضرور تھے مگر پیش پیش اور اس قدر زیادہ جوش میں نہ تھے اسی قصبہ تھانہ بھون میں میاں جی صاحب کے تیسرے خلیفہ مولانا شیخ محمد صاحب رہتے تھے چونکہ تینوں حضرات پیر بھائی اور ایک ہی مقدس ہستی میاں جی صاحب کے دریوزہ گر تھے اس لیے آپس میں میل جول اتفاق و اتحاد بڑے پیمانہ پر رہتا تھا مگر مولانا شیخ محمد صاحب علوم عربیہ کے باقاعدہ فاضل تھے علمار دہلی سے تمام نصاب ظاہرہ پڑھ چکے تھے۔ بخلاف حضرت حافظ صاحب اور حاجی صاحب کے دونوں حضرات نے علوم عربیہ کی تکمیل نہیں کی تھی اگرچہ نسبت باطنیہ میں بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے مسائل شرعیہ ہر دو حضرات مولانا شیخ محمد صاحب ہی کا اتباع کرتے تھے، بدقسمتی سے مولانا کی رائے یہ تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال پر جائز ہی نہیں اس اختلاف اور فتوے کی بنا پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو ان کے اوطان سے دونوں حضرات نے بلا لیا۔ یہ دونوں حضرات اس سے پہلے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب مجددی اور حضرت مولانا مملوک علی صاحب اور دیگر اساتذہ دہلی سے سند فراغت علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل کر چکے تھے اور اپنی ذکاوت و مہارت میں پوری شہرت حاصل کر کے سلوک و طریقت کے منازل بھی طے کر چکے تھے جب ہر دو حضرات پہنچ گئے تو ایک اجتماع میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نانوتوی نے نہایت ادب سے مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھا (کیونکہ وہ چچا پیر تھے) کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ان دشمنان دین و وطن پر جہاد کو فرض بلکہ جائز بھی نہیں فرماتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں ہم بالکل بے سرو سامان ہیں۔ مولانا نانوتوی نے عرض کیا اتنا بھی سامان نہیں جتنا کہ

غزوۂ بدر میں تھا، اس پر مولانا شیخ محمد صاحب نے سکوت فرمایا اس پر حافظ ضامن صاحب نے فرمایا کہ مولانا! بس میں سمجھ گیا اور پھر جہاد کی تیاری شروع کر دی اور اعلان کر دیا گیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کو امام مقرر کیا گیا۔ اور حضرت مولانا محمد قاسم کو سپہ سالار افواج قرار دیا گیا اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو قاضی بنایا گیا اور مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی اور حضرت حافظ ضامن صاحب کو میمنہ و میسرہ کا افسر مقرر کیا گیا چونکہ اطراف و جوانب میں مذکورہ بالا حضرات کے تقویٰ علم و تصوف اور تشرع کا بہت زیادہ شہرہ تھا ان حضرات کے اخلاص و للّٰہیت سے بہت زیادہ متاثر تھے ہمیشہ ان کی دینداری اور خدا ترسی دیکھتے رہتے تھے اس لیے ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے اس لئے بہت ہی تھوڑی مدت میں جوق در جوق لوگوں کا اجتماع ہونے لگا اس وقت تک ہتھیاروں پر پابندی نہ تھی عموماً لوگوں کے پاس ہتھیار تھے جن کو رکھنا اور سیکھنا مسلمان ضروری سمجھتے تھے مگر یہ ہتھیار پرانی وضع کے تھے بندوقیں توڑے دار تھیں۔ کارتوسی رائفلیں نہ تھیں۔ یہ صرف انگریزی فوجوں کے پاس تھیں۔ مجاہدین ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے اور تھانہ بھون اور اطراف میں اسلامی حکومت قائم کر لی گئی اور انگریزوں کے ماتحت حکام نکال دیئے گئے۔

خبر آئی کہ توپ خانہ سہارنپور سے شاملی کو بھیجا گیا ہے ایک پلٹن لا رہی ہے، رات کو یہاں سے گزرے گی اس خبر سے لوگوں کے دلوں میں تشویش ہوئی کیونکہ جو ہتھیار ان مجاہدین کے پاس تھے وہ تلوار بندوق توڑے والی اور برچھے وغیرہ تھے مگر توپ کسی کے پاس نہ تھی توپ خانہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے حضرت گنگوہی نے فرمایا فکر مت کرو۔

سڑک ایک باغ کے کنارے سے گزرتی تھی جب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو تیس یا چالیس مجاہدین پر حضرت حاجی صاحب نے افسر مقرر کر دیا تھا۔ آپ اپنے تمام ماتحتوں کو لے کر باغ میں چھپ گئے اور سب کو حکم دیا کہ پہلے سے تیار رہو جب میں حکم دوں سب کے سب ایکدم فائر کرنا چنانچہ جب پلٹن مع توپ خانہ باغ کے سامنے سے گزری تو سب نے یکدم فائر کیا پلٹن گھبرا گئی کہ خدا جانے کس قدر آدمی ہوں جو یہاں چھپے ہوئے ہیں۔ توپ خانہ چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔ حضرت گنگوہی نے توپ خانہ کھینچ کر حضرت حاجی صاحب کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ اس سے لوگوں میں ان حضرات کی فراست، ذکاوت، فنونِ حربیہ کی مہارت، معاملہ فہمی اور ہر قسم کی قابلیت کا سکہ بیٹھ گیا۔

شاملی اس زمانہ میں مرکزی مقام تھا ضلع سہارن پور سے متعلق تھا۔ وہاں تحصیل بھی تھی اور فوجی طاقت بھی وہاں رہتی تھی، قرار پایا کہ اس پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ چڑھائی ہوئی اور قبضہ کر لیا گیا جو طاقت پولیس اور فوج کو وہاں تھی مغلوب ہو گئی۔ حضرت حافظ ضامن صاحب کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا ان کی شہادت کے پہلے روز خبر آئی تھی کہ آج فلاں مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا۔ آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہو گیا اور یہی حال ہر جگہ کی خبر کا تھا۔ اس سے پہلے گورے فوجی چھپتے پھرتے تھے اور ایک ایک ہندوستانی سپاہی گوروں کی پوری جماعتوں کو بھگائے پھرتا تھا۔ مگر بعد میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔" الخ

"تھانہ بھون پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ قصبہ کو بالکل اجاڑ دیا گیا۔ جو بھی سامنے آتا تھا تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ عورتوں، بچوں اور مردوں، کسی کی تخصیص نہ تھی۔ تھانہ بھون کے گھروں میں آگ لگا دی گئی تھی —— اس جنگ میں چونکہ بہ کثرت مجاہدین کام آ چکے تھے اور سامان حرب بھی اتنا کافی نہ تھا۔ کہ جس سے آئندہ جنگ کو جاری رکھا جا سکے لہذا مجبوراً مجاہدین اسلام مصلحت وقت کے تحت چھپتے پھرتے تھے۔ اسی جنگ کے دوران میں حضرت حافظ ضامن شہید ہوئے تھے اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے زخم آیا تھا۔

تھانہ بھون پر قبضہ کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے مکہ معظمہ کو ہجرت کرنے کا عزم کر لیا۔ مولانا محمد قاسم روپوش رہے اور مولانا رشید احمد گنگوہی

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

مرتب: ظہیر میر

انجمن کے شب و روز

انجمن کے شب و روز کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کالم میں انجمن خدام الدین کی ہفتہ بھر کی کارکردگی کی اجمالی رپورٹ پیش کی جایا کرے گی ـــ انشاء اللہ العزیز ـــ

۲۹ر اپریل کو انجمن خدام الدین کراچی کے سرپرست جناب حاجی محمد یوسف صاحب مدظلہ العالی کے صاحبزادے انجمن کی کراچی شاخ کے ناظم بھی ہیں اپنی اہلیہ کے ہمراہ پانچ روزہ دورے پر لاہور تشریف لائے ان کی اہلیہ کراچی میں انجمن کے زیر اہتمام چلنے والے مدرسۃ البنات کی صدر معلّمہ ہیں۔ انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور کے زیر اہتمام چلنے والے مدرسۃ البنات کی عمارت میں جدید اسلوب سے ہم آہنگ اور قرآنی تعلیمات کا سکول "خدام الدین بنات پبلک سکول" شروع کیا گیا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں میاں محمد اجمل قادری صاحب سے تبادلہ خیالات ہوا۔ بیگم سرفراز یوسف نے سکول کا معائنہ کیا اور سکول کے متعلقہ عملہ سے مفصّل گفتگو فرمائی۔ نظم و نسق کا معائنہ کیا اور دوسرے معاملات کا مشاہدہ کر کے بہت متاثر ہوئیں اور مسرّت کا اظہار فرمایا۔

۳۰ر اپریل بروز جمعرات انجمن خدام الدین کے امیر جانشین شیخ التفسیر پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے حسب معمول شب جمعہ میں مجلسِ ذکر فرمائی اور خطاب فرمایا اس دفعہ مجلسِ ذکر کے موقع پر خلف الرشید جانشین حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں مسعود صاحب مدظلہ العالی بھی تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت سے ملاقات فرمائی۔ حضرت میاں مسعود صاحب کا قیام آجکل شیرانوالہ میں ہے اور ابھی مزید کچھ دن یہاں قیام فرمائیں گے۔

انجمن خدام الدین کی زیر سرپرستی ایک سماجی ادارے "خدام الدین نیشنل فاؤنڈیشن" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے لیے اب کمیٹی تشکیل دی گئی ہے اس کمیٹی کے ممبران (۱) ڈاکٹر عبدالرشید صاحب (۲) میاں صادق صاحب اور (۳) بشیر احمد چوہان صاحب نے امیر انجمن حضرت مولانا عبیداللہ انور سے شب جمعہ ملاقات کی اور حضرت اقدس کو اپنی کارکردگی سے آگاہ کیا۔ حضرت نے "خدام الدین نیشنل فاؤنڈیشن" کی مزید بہتری اور کارکردگی کے لیے دعا فرمائی اور انتہائی مفید احکامات بھی جاری فرمائے۔ یاد رہے خدام الدین بنات پبلک سکول اسی ادارے کے تحت کام کر رہا ہے۔

گذشتہ دنوں حضرت کے صاحبزادے جناب میاں محمد اجمل قادری صاحب بہاولپور تشریف لے گئے۔ وہاں انجمن کے امور کے علاوہ جماعتی احباب سے بھی گفتگو ہوئی۔ مرحوم و مغفور ریٹائرڈ میجر اللہ دتہ صاحب آف سیالکوٹ نے بہاولپور میں انجمن کے لیے اپنی کچھ جائیداد وقف فرمائی تھی۔ اس سلسلہ میں میاں محمد اجمل صاحب قادری نے وہاں کچھ پیچیدہ معاملات کو نپٹایا۔ واپسی پر میاں اجمل صاحب ملتان تشریف لے گئے اور وہاں جماعتی احباب سے بھی ملاقات ہوئی۔

۲ر مئی بروز ہفتہ جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم مدظلہ العالی اور جناب سید نفیس الحسینی دامت مجدہم امیر انجمن خدام الدین دامت برکاتہم کے یہاں شام کے کھانے پر مدعو تھے۔ مولانا عطاء المنعم باغ و بہار شخصیت ہیں خوب ہنسی مذاق میں گفتگو فرماتے رہے۔ حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور اس دن جیا موسیٰ میں

ایک تقریب ولیمہ میں شرکت فرمانا تھی اور حضرت مولانا محمد اجمل خانصاحب انہیں لینے کے لیے تشریف لے آئے تھے۔ چنانچہ حضرت اقدس نے مولانا عطاء المنعم شاہ صاحب کو بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ لیکن شاہ جی بڑے کھلے ڈھلے مزاج میں فرما رہے تھے "اسیں ایتھے کجھ وچھ کے آوندے آں، جو دل چاہے منگ کے کھاوندے آں، پر کدھرے ہور جانا اپنے وس دی گل نئیں تساں ضرور جاؤ اسیں انتظار کراں گے۔" چنانچہ حضرت اقدس، مولانا محمد اجمل صاحب کے ساتھ حسب وعدہ شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا عطاء المنعم شاہ صاحب اور مولانا سید نفیس شاہ صاحب اپنے رفقاء سمیت حضرت اقدس کی واپسی تک تشریف فرما رہے۔ مولانا سعید الرحمٰن علوی صاحب مدیر خدام الدین نے میزبانی کے فرائض انجام دیئے اور واقعتاً خدمت کا حق ادا کر دیا۔ محترم علوی صاحب کو خدا نے بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ حلقۂ یاراں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور یاروں کی یاری نبھانا ان کی خوبی ہے چنانچہ حضرت اقدس کی آمد تک محترم علوی صاحب اور محترم میاں محمد اجمل قادری صاحب نے مہمانانِ گرامی کو مصروف رکھا اور کھانا کھلانے اور خدمت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی حضرت اقدس تشریف لائے۔ رات ایک بجے تک مجلس جمی رہی۔ بزرگوں کی ایسی مجلسیں بہت کم دیکھنے میں آئی ہیں۔ ایسی ہی مجلسوں میں حکمت و دانش کے موتی لٹائے جاتے ہیں اور ایسی مجلسیں ہی نجاتِ اخروی کا سبب بنتی ہیں۔ اللہ ہمیں ایسی مجلسوں میں بیٹھنے کا اہل بنائے رات گئے میاں محمد اجمل قادری صاحب شاہ صاحب کو گاڑی میں اُن کی جائے رہائش پر پہنچا کر آئے۔ اور پھر حضرت نفیس شاہ صاحب کو رہائش گاہ تک انہیں پہنچانے گئے۔

ہفتہ۔ ۱۶ر مئی صبح نو بجے حضرت اقدس مولانا عبیداللہ انور خضرا مسجد سمن آباد میں تعلیم القرآن سوسائٹی کے زیر اہتمام منعقدہ تقریب تقسیم اسناد میں تشریف لے گئے۔ یہ سوسائٹی جس کے سرپرست حضرت دامت برکاتہم اور جس کے صدر جناب قاضی سید محمد ظریف صاحب مدظلہم اور جنرل سیکرٹری حاجی ظہیر الدین صاحب ہیں انتہائی مؤثر اور فعال طریقے سے آج کی نوجوان نسل کو قرآنی تعلیمات سے آراستہ کرنے کے لیے بڑے عمدہ طریقے سے کام کر رہی ہے۔ حضرت اقدس نے حسب سابق کامیاب طلباء میں اسناد تقسیم فرمائیں اور تقریر بھی فرمائی۔ خطیب مسجد پڈولیاں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہ نے فضائل قرآن پر تقریر فرمائی اس جلسے کے سٹیج سیکرٹری کے فرائض مدیر خدام الدین محترم جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی نے انجام دیئے۔

۱۷ر مئی بروز اتوار شام کو حضرت اقدس جامع مسجد خضرا سمن آباد میں مجلس ذکر کے لیے تشریف لے گئے۔ یاد رہے کہ سمن آباد میں ہر مہینے پہلی اتوار کو مجلسِ ذکر منعقد ہوتی۔ اور حضرت اقدس وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔

اندرون شیراں والہ دروازہ، بازار کے دوکاندار الٰہی بخش صاحب سائیکلوں والے کے نوجوان صاحبزادے اورنگ زیب عرف گوگا اچانک قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ حضرت نے عملہ خدام الدین سمیت ان کے جنازے میں شرکت فرمائی اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت عطا فرمائیں۔ آمین۔

بقیہ: مولانا ذوالفقار علیؒ

الزام بغاوت کے تحت گرفتار کر لیے گئے"۔ ۱

ہجرت مکہ

"حاجی امداد اللہ تھانہ بھون کی بربادی کے بعد براو سندھ جہاز پر سوار ہو کر مکہ معظمہ پہنچے۔ پولیس برابر آپ کا پیچھا کرتی رہی مگر بفضلہ تعالیٰ آپ بخیر و عافیت مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ رباطِ اسمٰعیل میں قیام فرمایا اس کے بعد نواب حیدر آباد دکن کی طرف سے اپنے وکلا کے نام ایک حکم پہنچا کہ حضرت کو دو مکان دے دیئے جائیں۔ اس کے بعد ایک مخلص نے ایک مکان حارۃ الشاب میں خرید کر نذر کر دیا حاجی صاحب کے قیام مکہ کے ابتدائی ایام نہایت عسرت میں گزرے بعد میں اللہ نے وسعت فرما دی"۔ ۲

(۱-۲) تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن (قرآن محل کراچی ۱۹۶۴ء) صفحہ ۸۰، ۸۱، ۸۵، ۸۶)

وصال

آپ نے مکہ معظمہ میں ہی ۸۴ سال کی عمر میں ۱۳ر جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ میں وفات پائی۔

خلفاء ومریدین

حاجی امداد اللہ کے مریدوں میں سے یوں تو تقریباً پانچ سو علماء وصلحاء تھے عوام کی تعداد بتانا مشکل ہے مگر خاص خاص خلفاء میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی حاجی عابد حسین دیوبندی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری خاص خاص ہستیاں ہیں"۔ ۱

تصانیف

(۱) مولانا جلال الدین رومی کی مثنوی کا حاشیہ (فارسی زبان میں) ۲- ضیاء القلوب (فارسی زبان میں) ۳- ارشاد مرشد (اردو) ۴- وحدۃ الوجود (فارسی) (۵) ہفت مسئلہ (اردو) ۶- گلزار معرفت (اردو کلام) ۷- تحفۃ العشاق (اردو مثنوی) ۸- جہاد اکبر (مثنوی اردو) ۹- غذائے روح (اردو مثنوی) ۱۰- دردنامہ غمناک (اردو کلام) (۱۱) مکتوبات فارسی و اردو

۱ تذکرہ مشائخ دیوبند از مفتی عزیز الرحمٰن (قرآن محل کراچی ۱۹۶۴ء) ص۸۷ و حیات امداد از مولانا انوار الحسن مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی بار اول ۱۹۶۵ء ص۸۳۔

امام ولی اللہؒ کی حکمت کا مرتبہ

یہ طالب علم انگریزی کے ذریعہ جب براہ راست یورپ کی نئی تحریک یعنی اس کے سوشلسٹ پروگرام کی تاریخ اور اس کی کامیابی کے حالات سے واقف ہوگا۔ تو اس وقت جا کر کہیں اس پر یہ حقیقت واضح ہو سکے گی کہ:-

امام ولی اللہؒ کی حکمت جس پر ان کی کتابوں "حجۃ اللہ البالغہ" اور "ازالۃ الخفا" کا مدار اور اساس ہے۔ اور جس حکمت کے ذریعے وہ قرآن مجید، صحاح ستہ اور ائمہ اربعہ کے مذاہب اور محققین علماء کی سیاست کو حل کرتے ہیں۔ وہ ولی اللّٰہی حکمت آج بھی یورپ کی اس انقلابی تحریک سے مقدم اور بلند ہے۔ اور میں جو یہ کہتا ہوں کہ آج کے یورپ کو سمجھے بغیر حضرت امام ولی اللہ کی حکمت کا مرتبہ پہچاننا ناممکن ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے۔

(خطبات مولانا عبیداللہ سندھی ص۱۵۲)

اقوالِ زریں حضرت ابوبکر صدیقؓ

۱- عدل ہر ایک سے بہتر ہے لیکن امیروں سے بہتر تر ہے۔
۲- گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر اس سے بچنا واجب تر ہے۔
۳- گناہ جوان کا بد ہے مگر بوڑھوں سے بدتر ہے۔
۴- شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے
۵- جسے رونے کی طاقت نہ ہو وہ رونے والوں پر رحم کیا کرے۔
۶- علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون وغیرہ کی۔
۷- بروں کی صحبت نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے۔ اور تنہائی سے اہلِ علم کی صحبت بہتر ہے۔
۸- عمل بغیر علم کے سقیم و بیمار ہے اور علم بغیر عمل کے بیکار ہے
۹- انسان ضعیف ہے، تعجب ہے کہ وہ خدائے قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔
۱۰- امیروں کا غرور کرنا [illegible] ہے مگر محتاجوں کا غرور بدتر ہے۔

(عبدالجبار غازی بڑانہ ضلع جھنگ)

قرآنِ پاک ایک دریا ہے جو اپنا راستہ خود بناتا ہے

تعلیم القرآن سوسائٹی لاہور کے جلسہ تقسیمِ اسناد کی مختصر روئیداد

رپورٹ :- ابو السیف اسعدی

سمن آباد لاہور کے پُر رونق علاقہ کی مشہور مسجد خضرا میں صبح ہی سے چہل پہل ہے معصوم بچوں کی ٹولیاں مسجد کے اندر جمع ہو رہی ہیں —— اس اجتماع کا مقصد ان تین سو چھ طلبہ و طالبات کو سند فراغت دینا ہے جو تعلیم القرآن سوسائٹی (رجسٹرڈ) لاہور کے مختلف مدارس میں زیرِ تعلیم رہنے کے بعد اسی سال کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ سوسائٹی ۱۹۷۱ء میں قائم ہوئی۔ مقصد قرآنی تعلیم کو پھیلانا تھا۔ اللہ کے کچھ مخلص بندے اس طرف متوجہ ہوئے انہوں نے اپنی سرپرستی کے لیے حضرت مولانا عبیداللہ انور سے درخواست کی۔ مولانا نے ان حضرات کے جذباتِ صادقہ کے پیشِ نظر یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ بزرگانِ سلف سے سچی وابستگی رکھنے والے حضرات اس سوسائٹی کے ذمہ دار قرار پائے جن میں سے محترم قاری سید محمد ظریف صاحب، حاجی ظہیر الدین صاحب اور ڈاکٹر عبیداللہ خانصاحب کے اسمائے گرامی بطورِ خاص میرے ذہن میں ہیں۔

۱۹۷۱ء میں ایک مدرس اور ۱۵ طلباء سے سوسائٹی کی ابتدا ہوئی۔ ۱۹۷۲ء میں مدارس کی تعداد چار ہوگئی تو طلبہ کی تعداد ۲۱۰۔ اور اب ۱۹۸۱ء میں مدارس کی تعداد ۳۰ ہے اور طلبہ کی تعداد ۲۲۲۵ ہے سالانہ ترقی کا اندازہ ان اعداد و شمار سے آپ لگا سکتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں ۵ مدارس ۲۵۰ طلبہ ۱۹۷۴ء میں ۶ مدارس ۳۰۹ طلباء، ۱۹۷۵ء میں ۸ مدارس ۵۰۱ طلباء ۱۹۷۶ء میں ۹ مدارس ۵۵۰ طلباء، ۱۹۷۷ء میں ۱۴ مدارس اور ۷۲۱ طلباء، ۱۹۷۸ء میں ۲۰ مدارس ۱۲۰۰ طلباء ۱۹۷۹ء میں ۲۷ مدارس ۱۸۰۵ طلباء، اپریل ۱۹۸۱ء میں ۳۰ مدارس اور ۲۲۲۵ طلباء سال رواں میں ۲۸۳ طلباء اور ۷۳ طالبات نے قرآنِ عزیز کی تکمیل کی جو ماشاءاللہ ایک ریکارڈ ہے۔ ۷۱ء سے ۸۱ء تک تکمیل کرنے والے خوش نصیب بچوں کی تعداد ۱۰۸۱ ہے۔ موجودہ ۳۰ مدارس میں سے تین مدارس بچیوں کے لیے ہیں جن میں سعادت مند بچیاں ہی تعلیم دیتی

یہ مدارس شاہدرہ سے شاد باغ تک اور ملتان روڈ تک شہر کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ قابل اساتذہ تعلیم دے رہے ہیں تو محترم قاری مقبول الرحمان صاحب انسپکٹر کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ سرپرستِ اعلیٰ اور سوسائٹی کے ممبران بھی گاہ بگاہ مدارس کو دیکھنے جاتے ہیں۔ ان مدارس میں نہ صرف یہ کہ قرآنِ عزیز حفظ و ناظرہ پڑھایا جاتا ہے بلکہ بنیادی ضروری معلومات سے بچوں کو باخبر کیا جاتا ہے ہر سال اسی موسم میں قریب قریب سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس کے صدر نشین حضرت مولانا عبیداللہ انور ہوتے ہیں۔ اہلِ علم میں سے کوئی نہ کوئی بزرگ مختصر خطاب فرماتے ہیں۔ پروگرام کی ابتداء تلاوت سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد حسنِ قرأت، تقریر اور دینی مسائل کے مکالمے کے طور پر بچوں کے تین پروگرام ہوتے ہیں جن میں سے اوّل، دوم، سوم آنے والے بچوں کو معقول انعامات دیئے

دیئے جاتے ہیں یہ انعامات کتابوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ اور کتابیں ایسی منتخب کی جاتی ہیں جو بچوں کی دینی اخلاقی اور فکری تربیت میں ممد و معاون ہوں امسال ۱۸ بچوں نے حسن قرأت کے مقابلہ میں، ۱۳ نے تقریری مقابلہ میں، اور ۳۰ یعنی ۱۵ جوڑوں نے دینی مسائل کے مکالمے میں حصہ لیا تلاوت میں عیدگاہ شاہدرہ کے محمد عاصم اوّل، انجمن سلیمانیہ ملتان روڈ کے محمد نعیم دوم، اور بیگم پورہ کے محمد اورنگ زیب سوم آئے۔ تقریری مقابلہ میں لیبیا روڈ کے محمد اقبال نے اوّل، جیا موسیٰ شاہدرہ کے احسان احمد نے دوم اور برکت ٹاؤن کے آفتاب احمد نے سوم انعام حاصل کیا مکالمہ کے پروگرام میں پہلے انعام کے مستحق مسجد خضراء کے مجیب اور اظہر دوسرے انعام کے شاہدرہ موڑ کے احمد دین اور طاہر اور تیسرے انعام کے انجمن سلیمانیہ کے فیض اور افضل مستحق قرار پائے۔ تلاوت کا معیار بہ حیثیت مجموعی خوب تھا تقریروں میں خوب مشق تھی اور مسائل کے مکالمہ میں معصوم بچوں کی محنت بڑوں کے لیے تازیانہ تھی جو بالعموم بنیادی حقائق سے بھی ناواقف ہیں۔ بچوں کے پروگرام ختم ہوئے تو سوسائٹی کے صدر قاری سید محمد ظریف شاہ صاحب نے سوسائٹی کا تعارف کرایا اور اعداد و شمار سے آگاہ کیا جو اوپر ہم نقل کر چکے ہیں۔ پھر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب خطیب مسجد ٹبولیاں لاہور نے مختصر جامع اور بلیغ خطاب کیا۔ انہوں نے حفاظت قرآن، قرآن کی برکات اور اس کے تعلق پر گفتگو کی۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے اس ارشاد کو نقل کیا کہ قرآن دریا ہے جو اپنا راستہ خود بنا لیتا ہے۔ انہوں نے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعدد واقعات نقل کئے۔ صلحاءِ اُمت اور اہل اللہ کے واقعات سے استشہاد کیا اور ماضی قریب کا ایک ایسا واقعہ نقل کیا جس سے سب ہی لوگ اچھل پڑے۔ ایک شخص جو پابند صوم و صلوٰۃ تھا۔ غریب اور محنتی تھا۔ لیکن قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ تاہم روز قرآن پاک کو اندر سے کھول کر کئی صفحات پر انگلی چلاتا اور ہر ہر سطر پر کہتا یہ بھی میرے رب نے سچ کہا اس کے انتقال کے بعد کسی ضرورت سے اس کی قبر کھولنا پڑی تو اس کی نعش پر تازہ پھولوں کی ایسی بہار نظر آئی کہ سبحان اللہ! مولانا نے کہا کہ ایسی بات مت سوچیں کہ قرآن پڑھ کر کھائیں گے کہاں سے؟ انہوں نے صحابہ علیہم الرضوان کے معاشرہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ نانِ جویں کے محتاج تھے لیکن قرآن کی برکت سے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بن گئے اور اپنے اعمال و اخلاق سے رشکِ ملائکہ بن گئے۔ آخر میں حضرت مولانا عبیداللہ انور نے مختصر خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں سوسائٹی کی خدمات کو سراہا اور کہا کہ آج ہر قسم کی خرافات کا دور دورہ ہے اور ان کے لیے سوسائٹیز اور انجمنوں کا جال بچھا ہوا ہے لیکن لاہور میں یہ واحد سوسائٹی ہے جس کا مقصد قرآن کی خدمت ہے۔ سوسائٹی نے محدود سرمایہ اور چند طلباء سے کام شروع کیا آج ماشاءاللہ سینکڑوں بچے مصروفِ عمل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ قرآن کے بغیر ہماری گاڑی چلے گی نہیں۔ افسوس ہے کہ جو لوگ اس کے ذمہ دار تھے وہ پرواہ نہیں کرتے اور انہیں ثقافتی شو اور محافلِ سرور سے فرصت نہیں لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حفاظت ہے اس لیے قدرت کام لے رہی ہے۔

انہوں نے سوسائٹی کے ممبران، اساتذہ اور بچوں کے والدین نیز خود بچوں کو مبارک باد دی اور لجاجت آمیز طریقہ سے طویل دُعا فرمائی جس پہ یہ مجلس خیر و برکت ختم ہوئی۔ سالہائے سابق کی طرح سٹیج سیکرٹری کے فرائض مدیر خدام الدین کو ادا کرنا پڑے۔ اختتام تقریب پر بچوں میں مٹھائی بھی تقسیم کی گئی۔ ہمارا تاثر یہ ہے کہ اہلِ خیر ان کاموں کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ملت کی کایا پلٹ سکتی ہے اور بھٹکا ہوا قافلہ پھر سوئے منزل رواں دواں ہو سکتا ہے ٭

طبّی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔

حکیم آزاد شیرازی اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

حکیم آزاد شیرازی

بینائی کی کمزوری

میری پیدائش ۱۹۵۳ء کی ہے۔ بینائی کی کمزوری کے سبب ایک سال سے عینک لگا رکھی ہے۔ خواہش مند ہوں کہ عینک سے پیچھا چھوٹ جائے۔

عبدالرشید

محلہ اسلامی چوک حیدرآباد (سندھ)

ج: صبح دوپہر شام کھانے کے بعد تولہ بھر سونف کھا لیا کیجئے۔ نیز مندرجہ ذیل دوائی آنکھوں میں استعمال کریں۔

مروارید ناسفتہ ۲ ماشہ، فلفل سفید ۱ ماشہ، دانہ الائچی خورد ۱ ماشہ بھیم سینی کافور ۱ ماشہ، شہد خالص مصفّٰی ایک تولہ۔

پہلی چاروں دوائیں پتھر کے کھرل میں (جو گھسنے والا نہ ہو) پیس کر خوب باریک کریں پھر شہد میں ملا کر کھرل کریں اور خالص چاندی کی سرمہ دانی میں محفوظ رکھیں روزانہ رات سوتے وقت چاندی کی سلائی سے ایک ایک سلائی دونوں آنکھوں میں ڈالیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عینک چھوٹ جائے گی۔

پیشاب کے قطرے

۱۔ بندہ کو کافی عرصہ سے پیشاب کے نہ رکنے کا مرض لاحق ہے۔

حافظ حق نواز ناصر، بجلی گھر جھنگ صدر

۲۔ مجھے اکثر پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد اٹھنے بیٹھنے سے رکوع سجدہ میں جانے سے یا کوئی وزن اٹھانے سے ایک دو اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ قطرے نکل جاتے ہیں۔ بہت علاج کرلئے لیکن تکلیف رفع نہیں ہوتی۔

حافظ عبدالرشید، حیدرآباد (سندھ)

ج: حافظ حق نواز ناصر صاحب! آپ اپنی عمر بتائیں اور پیشاب نہ رکنے کی کیفیت تفصیل سے بتائیں تو مناسب نسخہ تجویز ہو سکے گا۔

حافظ عبدالرشید صاحب! آپ جب پیشاب سے فارغ ہوتے ہیں تو آپ کے مثانے میں پیشاب کی کچھ مقدار رہ جاتی ہے۔ اور مثانہ کی کمزوری کے باعث اس کے بعد باقی ماندہ پیشاب قطرات کی صورت میں باہر نکلتا ہے۔ اس کا بغیر دوائی کے عملی علاج یہ ہے کہ آپ بلند جگہ پر کھڑے ہو کر (جہاں پیشاب کے چھینٹے آپ کے کپڑوں اور جسم پر نہ پڑیں) پیشاب کیا کریں۔ صرف اس عمل کے تسلسل سے آپ کا یہ مرض رفع ہو جائے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

دوائی کے طور پر آپ کشتہ صدف مروارید ایک ایک رتی دن میں تین مرتبہ پانی کے ساتھ کھایا کریں۔

بیماری کے بعد بحالئ قوّت

س: ایک دوست طویل بیماری سے بے حد کمزور ہو گیا ہے براہ کرم ایسی دوائی تجویز فرمائیں۔ جس سے اس کی قوت بحال ہو جائے اور جسم میں خون پیدا ہو جائے۔

فضل الرحیم (باچا)

زڑہ میانہ۔ صوبہ سرحد

ج: اگر مریض کی عمر تیس برس سے زائد ہے، شادی شدہ ہے تو اسے معجون شباب آور اور جوارش فرحت

(باقی ۲۸ پر)

تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہے۔ (مدیر)

انتخاب بخاری شریف

قیمت: -/۴۸ روپے

ملنے کا پتہ: ادارہ اسلامیات ۱۹۰- انارکلی لاہور

امام بخاری قدس سرہٗ زندہ جاوید ہیں ان کی کتاب "بخاری" امت کے بڑے طبقہ کی نظر میں "اصح الکتاب" ہے۔ علامہ ابن ابی جمرہ مالکی اندلسی قدس سرہٗ متوفی ۶۹۹ھ نے بخاری شریف کی ان احادیث کا انتخاب کیا جن سے مسائل سلوک و تصوف، مسائل اخلاق و آداب اور مسائل فقہ مستنبط ہوتے ہیں۔ اس بے نظیر تحفہ کا نام "رحمۃ القدوس" تھا۔ ائمہ ھدیٰ، علماء اسلام اور رہنمایانِ دین کی توجہ ہمیشہ اس کتاب کی طرف رہی احادیث تو تھیں ہی ابن ابی جمرہؒ نے خدا معلوم کس سوز و عشق میں ڈوب کر اس کام کو کیا کہ ان کی کتاب اس عنوان پر اپنی مثال آپ قرار پائی۔ اس تحفہ عجیبہ سے عام لوگوں کا استفادہ مشکل ہی نہیں ناممکن تھا کہ زبان عربی تھی بلکہ بدقسمتی سے کہنا چاہیئے کہ عربی زبان کی تحصیل میں مشغول لوگوں کے لئے بھی یہ ٹیڑھی کھیر تھی —

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے قریبی عزیز اور صاحب علم و نسبت بزرگ مولانا الشیخ ظفر احمد عثمانی قدس سرہٗ کو اس کے اردو ترجمہ اور تشریحی فوائد پر لگایا —— حضرت تھانوی کا سوز دروں، امت کی تعمیر و ترقی کا جذبہ اور ایسے ہی دوسرے محرکات نے ان سے جو کام لیا وہ واقعی مجددانہ ہیں اور وہ اس پچھلی صدی کے بلاشبہ مجدد ہیں ان کے کارہائے عظیمہ میں اہل علم اور اہل اصلاح کی ایک جماعت کو طیار کرنا اور انہیں مختلف علمی کاموں پر لگانا بھی ہے — انہی میں مولانا ظفر احمد عثمانی ہیں اور یہ کتاب حکیم الامت تھانویؒ کے اس عمل کا ایک حصّہ۔

الشیخ عثمانیؒ جو علم حدیث کے اتھاہ سمندر کے ایک بہترین غواص تھے دوسری ہی دنیا میں کھو کر اس کا اردو ترجمہ کیا اور تشریحی فوائد لکھے جس کے بعد کتاب الحمد للہ اتنی عام فہم ہو گئی کہ اب ہر کوئی استفادہ کر سکتا ہے۔ مسائل سلوک و تصوف، مسائل اخلاق و آداب اور مسائل فقہ پر اس کتاب کا سند ہونا ایک حقیقت ہے اس لئے وہ متلاشیانِ حق اور ذاتِ نبوی سے حقیقی تعلق و عقیدت رکھنے والے خوش قسمت مسلمانوں کے لئے یہ کتاب ایک ایسا تحفہ ہے جس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔

برادران دینی مالکان ادارہ اسلامیات کے ذوق علمی نے پہلے حصّہ کے بعد اس دوسرے حصہ کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ چھاپا ہے ۶۵۰ صفحات ہیں جلد، کاغذ، کتاب سب خوب ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ ہر مسلمان اس گلدستہ کو حاصل کرے اور اپنے ایمان و روح کی بالیدگی کا سامان فراہم کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصنّف، مترجم، نگران اور ناشرین کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے نوازے۔

الفوز الکبیر

فیلسوف اسلام حضرت الشیخ العلام الشاہ ولی اللہ الدہلوی قدس سرہٗ

مجددین امت میں سے تھے۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیات روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ آپ کی متعدد ٹھوس علمی مطبوعات میں ایک زیر تبصرہ رسالہ ہے جو اصول تفسیر میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس رسالہ کا اردو ترجمہ جناب محترم مولانا رشید احمد انصاری صاحب نے کیا اور خوب! انڈیا میں یہ رسالہ بارہا چھپا اور طالبانِ علوم دینیہ نے اس سے خوب خوب استفادہ کیا اب بھی یہ درسِ نظامی میں باقاعدہ شامل ہے اور اس کی تدریس ہوتی ہے۔ نذیر سنز کے باہمت مالک نے تھوڑے عرصہ میں بعض بہت ہی قیمتی کتابیں چھاپ کر ایک نہایت ہی شاندار ریکارڈ قائم کیا ہے۔ انہوں نے ابھی حال ہی میں اس کتاب کو بڑے ہی خوبصورت انداز سے شائع کر کے اہل علم اور طلبہ پر احسان کیا ہے ترجمہ بڑا شُستہ اور رواں ہے اور عام علمی ذوق رکھنے والے لوگوں کے لئے بڑا ہی مفید۔

دس روپے میں یہ کتاب نذیر سنز ٤٠/اے اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

عقائد اسلام

مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی مرحوم و مغفور حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی قدس سرہ کے نبیرہ حضرت الحافظ مولانا محمد احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے اور حکیم الاسلام مولانا القاری محمد طیب صاحب قاسمی مدظلہم کے بھائی تھے۔ دیوبند کے فضلاء میں سے تھے، مادرِ علمی میں ہی پروان چڑھے وہیں اکتسابِ فیض کیا۔ قلم ستھرا اور منجھا ہوا۔ جس پر یہ رسالہ شاہد ہے۔ جس میں اسلام کے جملہ اصولی عقائد کو سہل زبان میں پیش کیا گیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ کا پیش لفظ ہے۔ بقول مولانا سالم میاں "موصوف اپنی ذاتی ذہانت کے لحاظ سے معاصرین میں غیر معمولی امتیاز کے مالک تھے"۔ مزید کہتے ہیں "خصوصی اور عمومی افادیت کے اعتبار سے "عقائد الاسلام قاسمی" اسلامی معاشرہ کی ایک بڑی اور اہم ضرورت کو بہتر انداز میں پورا کرتی ہے"۔

اس قابل قدر اور اہم دینی رسالہ کو مالکان ادارہ اسلامیات ١٩٠۔ انار کلی لاہور نے آفسیٹ کی دلنواز کتابت ستھرے سفید کاغذ پر بہت ہی اچھے انداز سے چھپوایا ہے۔ قیمت -/٩ روپے ہے بے راہروی کے اس دور میں یہ رسالہ ہر گھر کی ضرورت ہے۔

بقیہ: طبی مشورے

ساختہ شیراز دواخانہ استعمال کرائیں۔

اگر عمر بیس پچیس برس ہے اور ٹائیفائڈ میں مبتلا رہا ہے تو اُسے فولاد مرواریدی اور سفوف فرحت ساختہ شیراز دواخانہ استعمال کرائیں۔

بقیہ: جملہ احباب کو نصیحت

اور کیا ہے؟ اس لئے بدعت کا اثر نہ صرف مسلمان کے اعمال پر ہوتا ہے بلکہ اس کے عقائد پر بھی پڑتا ہے۔ اس لئے بدعت میں غلو کرنے سے یعنی اس کی زیادتی سے سُوء خاتمہ کا اندیشہ ہے (اللہ تعالیٰ بچائے)

حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی قدس سرہ، مہاجر مدینہ مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ
از بدعت کیا ہے؟ ص ١٠٩
مکتبہ تجلی دیوبند

بادۂ شیراز در جامِ اردو

دارم امید عاطفتی از جنابِ دوست
کردم خیانتی و امیدم بعفوِ اوست

دانم کہ بگذرد ز سر جرم من کہ او
گرچہ پریوش ست ولیکن فرشتہ خوست

بے گفتگوئی زلف تو دل را ہمی برد
با زلفِ سرکشِ تو کرا روئی گفتگوست

عمریست تا ز زلفِ تو بُوئی شنیدہ ایم
زاں بوئی در مشامِ دلِ ما ہنوز بوست

ہیچ است آں دہاں کہ ندیدم ازو نشاں
موئیست آں میاں و ندانم کہ آں چہ مُوست

دارم عجب ز نقشِ خیالش کہ چوں نرفت
از دیدہ ام کہ دمبدمش کارشُست شوست

چنداں گریستم کہ ہر آں کس کہ بر گذشت
در دیدہ ام چو دید رواں گفت ایں چہ جُوست

ما سر چو گوی بر سر کوئے تو تاختیم
واقف نشد کسی کہ چو گوئیست وایں چہ کُوست

حافظ بدُست حال پریشان تُو وے
بر بوئی زلفِ یار پریشانیت نکوست

خواجہ حافظ شیرازیؒ

گو گنہگاری کے کوچے میں قدم رکھتا ہوں میں
بارگاہِ حق سے امیدِ کرم رکھتا ہوں میں

وُہ پری پیکر سہی۔ لیکن فرشتہ خُو بھی ہے
ہو کے مجرم بھی، سزا کا خوف کم رکھتا ہوں میں

دل اسیرِ زلف ہے اور خامشی اپنی زباں
کاکلِ سرکش کے آگے سر کو خَم رکھتا ہوں میں

ایک مدّت ہو گئی اُس زلف کو سُونگھے ہوئے
ہاں مگر اب تک مذاقِ کیف و کم رکھتا ہوں میں

ہے کمر باریک اُس کی اور دہاں ہے بے نشاں
اُس کے کوچے میں تصوّر کے قدم رکھتا ہوں میں

گرچہ آنکھوں کو نہیں ہے اشکباری سے فراغ
پھر بھی نظروں میں ترا نقشِ قدم رکھتا ہوں میں

لوگ سمجھے میری آنکھ کو کہ دو نہریں ہیں یہ
جن نگاہوں کو مثالِ جامِ جم رکھتا ہوں میں

گیند بن کر میرا سر تو تیرے کوچے میں گیا
کون جانے سر کو بھی مثلِ قدم رکھتا ہوں میں

حافظِ بدمست کی حالت پریشاں ہے مگر
گیسوئے مشکیں کے آگے سر کو خم رکھتا ہوں میں

آزاد شیرازی

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱- لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۱۶۳۲۱۹ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲- پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C ۲۳/-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۹/۳۶ /۲۰۶۷-D.D.A.9 ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲/۹۰۲/۴۰/۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء